صہیب احمد، کراچی

جناب جاوید احمد غامدی....شخصیت واَفکار کا تعارف

ولادت: ۱۹۵۱ء کو ساہیوال کے علاقہ پاک پتن میں پیدا ہوانے والے اِن صاحب کا آبائی علاقہ سیالکوٹ کا ''داؤد'' نامی قصبہ ہے۔

نام: نام کا قصہ یہ ہے کہ والدہ محترمہ کو ''جاوید'' پسند تھا، والد کے شیخ نے ''کاکوشاہ'' کہا۔ چھوٹی خالہ کے بیٹے کا نام رفیق تھا، انہوں سے ''شفیق'' رکھ دیا۔ بڑی خالہ نے ''کاکا محمد'' تجویز کیا۔ بعد میں ایک استاذ کے مشورے سے ''شفیق احمد جاوید'' اور پھر ''جاوید احمد'' نام رکھ لیا۔

نسبت: ''غامدی'' نسبت کی کہانی یہ ہے کہ اپنے آبائی گاؤں کے ایک بزرگ مصنف مقبول انوری داؤدی صاحب کو دیکھ کر شوق ہوا کہ میری بھی کوئی نسبت ہونی چاہیے۔ دادا اِصلاح کا کام کرتے تھے، لہٰذا "غمد الأمر" کا معنی "أصلح الأمر" دیکھ کر ''غامدی'' نسبت اختیار کر لی۔

تعلیم: پاک پتن کے ایم سی پرائمری سکول، پکا سدھار کے سکول، اسلامیہ ہائی سکول پاک پتن میں دسویں تک تعلیم حاصل کی۔ پھر پانچ سال گورنمنٹ کالج لاہور میں گزارے۔ فلسفہ اور انگریزی ادب میں بی اے کے ساتھ آرنرز کیا۔ ۱۹۷۲ء کو فراغت ہوئی۔

دینی تعلیم: نانکپال (ضلع ساہیوال) کی مسجد کے امام مولوی نور محمد (دیوبندی) صاحب سے شرح جامی تک عربی اور پندنامہ تک فارسی پڑھی۔ نویں جماعت تک فنون کی تمام کتب (گمنام اساتذہ سے) ختم کرلیں۔ بعد میں صوفی ضیاء الحق صاحب سے ''مقامات ہمدانی''، مولانا عطاء اللہ حنیف غیر مقلد سے ''دارمی'' کا کچھ حصہ پڑھا۔ امین احسن اصلاحی صاحب سے ''زخرف'' تا آخر قرآنِ پاک، مؤطا مالک، قرآن وحدیث پر تدبر کے اُصول ومبادی اور فلسفہ جدید کے بعض مباحث پڑھے۔

شعرگوئی: شعروشاعری کا شروع سے شوق رہا۔ ۶۸، ۶۹ کے زمانہ میں کچھ اشعار بعض مجلّات میں شائع بھی ہوئے۔

فکری تعلق: کالج کے آخری سال میں مولانا فراہی کی بعض کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ کسی کتاب کے دیباچے میں اُن کے تلمیذ رشید معروف تجدد پسند عالم جناب امین احسن اصلاحی صاحب کا

تذکرہ تھا۔ پوچھتے پاچھتے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی وساطت سے اُن تک پہنچے۔ ۱۹۷۳ء میں اُن سے وابستہ ہوئے اور ۱۹۸۳ء تک دس سال اُن کے ساتھ گزارے۔ اُنھی کی ملاقاتوں سے جناب غامدی صاحب کو یہ ''شرح صدر'' ہوا کہ: ''دین محض مان لینے کی چیز نہیں ہے۔'' اور یہ ''حقیقت'' بھی واضح ہوئی کہ: ''قرآن ایک قولِ فیصل ہے، دین وشریعت ہر چیز کے لیے میزان ہے۔ (لہٰذا اپنی عقل کے مطابق) اِس کی روشنی میں ہم (متجد دین) حدیث وفقہ، فلسفہ وتصوف اور تاریخ وسیر ہر چیز کا محاکمہ کر سکتے ہیں۔'' مولانا اِصلاحی کی فکر غامدی صاحب کے لیے ''نئے قرآن'' کی دریافت ثابت ہوئی۔ اور ۱۹۸۳ء میں جب مولانا اصلاحی سے تعلیم کا مرحلہ مکمل ہوا تو غامدی صاحب کے معتقدات کی دنیا میں ایسا اضطراب پیدا ہو چکا تھا کہ ہر چیز اپنی جگہ چھوڑتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ لہٰذا نئی تعمیر کی ضرورت تھی۔ اگلے سات برس اِسی بندوبست کی نذر ہو گئے۔

تصنیف: زمانۂ کالج میں ہی تصنیف کا شوق ہوا۔ کچھ تھوڑا بہت لکھا بھی۔ زیادہ تر منصوبے ہی بنائے۔ ۱۹۹۰ء میں جب (نئے دین کی) تعمیر کے لیے زمین ہموار ہوئی تو مستقل لکھنا شروع کر دیا۔ اَب تک جو تصانیف غامدی صاحب کے قلم سے سامنے آ چکی ہیں، یہ ہیں:

۱).....میزان: یہ پورے ''غامدی دین'' کا بیان ہے۔

۲).....برہان: وہ مباحث جن میں غامدی صاحب نے جمہور علماء کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔

۳).....مقامات: اپنے ذاتی حالات واحساسات، اجتہادی مسائل میں ''دینِ غامدی'' کا موقف اور تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔

۴).....خیال وخامہ اشعار کا مجموعہ ہے۔

۵).....البیان: قرآن پاک کا ترجمہ وتفسیر۔ جو ''دین غامدی'' کی ترجمانی کے لیے وقف ہے۔ اِس کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ ایک ابھی باقی ہے۔

مودودی صاحب سے تعلق: چھٹی یا ساتویں کلاس کے تاریخ کے استاذ نصیر الدین ہمایوں صاحب کی وساطت سے مودودی صاحب کے نام اور کام کا تعارف ہوا تھا۔ اسلامی جمعیۃ طلبہ کے سالانہ اجتماع میں بھی اُسی زمانہ میں شرکت ہوئی۔ وہیں مولانا مودودی کو دیکھا اور اُن کی ''دِل نواز شخصیت'' کے اسیر ہو گئے۔

قائم کردہ ادارے: کالج کے زمانہ میں دوستوں کے ساتھ مل کر ''دائرۃ الفکر'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ ماہنامہ ''خیال'' کے نام سے رسالہ بھی جاری کرنا تھا۔ ایک دار العلوم بھی بنانا تھا۔ اِن تینوں چیزوں نے مودودی صاحب سے ایک قدم آگے بڑھ کر ''اسلامی انقلاب'' کا کام کرنا تھا۔ جو خامی

اُن کی جماعت میں رہ گئی تھی، اُسے دُور کرنا تھا۔ دارالعلوم کا نام ''جامعہ الحمراء'' تجویز ہوا تو رسالے کا نام بھی ''الحمراء'' سوچ لیا گیا۔ پہلا شمارہ نا تجربہ کاری کی بنا پر ایسا تھا کہ ضائع کرنا پڑا۔

۱۹۷۱ء میں علامہ اقبال روڈ پر بعض دیگر لوگوں کی معاونت سے درس قرآن کا حلقہ قائم کیا گیا۔ ڈیڑھ دو برس تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر باقاعدہ ''تحریک'' کی شکل دیدی گئی۔ لیکن جلد ہی اِس تنظیم کو ختم کرنا پڑا۔

مارچ ۱۹۷۳ء میں ''دائرۃ الفکر'' سے ''اشراق'' نامی مجلّہ چھاپا۔ لیکن ڈیکلریشن نہ ملنے کے باعث وہ جاری نہ رہ سکا۔ کچھ عرصے بعد ''دائرۃ الفکر'' کا نام تبدیل کر کے ''دارالاشراق'' رکھ دیا گیا۔ اُس زمانے میں مودودی صاحب کی خدمت میں بکثرت حاضری رہی۔ اُن سے کام کا ذکر کیا، سرپرستی قبول کرنے کی درخواست کی جو قبول ہوگئی۔ غامدی صاحب اور مودودی صاحب کے نام سے ایک مشترک اکاؤنٹ حبیب بینک اچھرہ میں کھولا گیا۔ مودودی صاحب اُس اکاؤنٹ میں ہزار روپیہ ماہنامہ اپنی جیب سے جمع کراتے رہے۔ غامدی صاحب بھی اپنے دوستوں کے ہمراہ اچھرہ منتقل ہوگئے۔ اِس دوران مودودی صاحب کی خواہش پر غامدی صاحب ''جماعتِ اسلامی'' کے رکن بن چکے تھے۔

۱۹۷۶ء میں اچھرہ سے بوری بستر اُٹھایا اور ''مریدکے'' منتقل ہوگئے۔ اور جنوری ۱۹۷۷ء میں غامدی صاحب کی ''جماعت اسلامی'' سے رکنیت ختم کردی گئی۔ اس وقت میاں طفیل صاحب امیر تھے۔ غامدی صاحب کو ''جماعت اسلامی'' سے نکال دیا گیا۔ لیکن وہ ابھی بھی مودودی صاحب کی زلف کے اسیر ہیں۔ اور اُن کی جماعت کو ''اپنی برادری'' سمجھتے ہیں۔

قیامِ ''مریدکے'' کے دوران غامدی صاحب کے توجہ دلانے پر بعض اہل ثروت نے ''فرخ فاؤنڈیشن'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ اور ایک رسالہ ''الاعلام'' شروع کیا گیا۔ لیکن وہ بھی زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا۔

اِسی دوران غامدی اور اُن کے بعض دیگر رفقاء رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے تو فکر معاش دامن گیر ہوئی۔ مجبوراً اپریل ۱۹۷۸ کو ''دارالاشراق'' نامی ادارہ بند کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا۔ اور ماہنامہ ''اشراق'' کی ڈیکلریشن غامدی صاحب کے ایک ساتھی کے نام ملنے کے بعد جنوری ۱۹۷۹ء کے شمارے میں اِس کا اعلان کردیا گیا۔ البتہ غامدی صاحب نے رسالہ جاری رکھنے کا سوچا۔ لیکن دو ہی شماروں کے بعد اُسے بھی بند کرنا پڑا۔

غامدی صاحب کے استاذ جناب امین احسن اصلاحی صاحب بھی ابتدا میں مودودی صاحب کے

رفیق رہے، پھر اُن کی جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور ''حلقہ تدبر قرآن'' کے نام پر تعلیم قرآن کی آڑ میں اپنے تجدد پسندانہ افکار کو فروغ دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ غامدی صاحب نے اپنے استاذ کے اِس حلقے پر بھی قابض ہونا چاہا اور آگے بڑھ کر ''ادارۂ تدبر قرآن وحدیث'' کے نام سے ادارہ قائم کر کے اُس کے تحت سہ ماہی ''تدبر'' رسالہ شروع کر دیا۔ لیکن جلد ہی احساس ہو گیا کہ: یہاں دال نہیں گلنے والی۔ تو اُس ادارے سے الگ ہو گئے۔

المورد کا قیام: بعض تلامذہ کے اصرار اور دیگر کی ہمنوائی پر جون ۱۹۸۳ء میں ایک ادارہ قائم کیا جو اَب ''المورد'' کے نام سے اِلحاد و زندقہ کی نشر و اشاعت میں مصروف ہے۔ ۱۹۸۵ء میں ماہنامہ ''اشراق'' بھی شروع ہو گیا۔ ۱۹۸۷ء میں اس کی ڈیکلریشن غامدی صاحب کو مل گئی تب سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ شروع میں غامدی صاحب کے پاس رہا، پھر اپنے بیٹے معاذ احسن کے حوالے کر دیا۔ ''رینی رساں'' نامی انگریزی رسالہ بھی ۱۹۹۰ء سے اب تک جاری ہے۔

غامدی متاعِ حیات: غامدی صاحب جب چھٹی ساتویں جماعت کے طالب علم تھے اور پاک پتن میں رہائش پذیر تھے، تب مطالعہ و تحقیق کے لیے لائبریری جایا کرتے تھے۔ راستے میں ایک بینک کے دروازے پر پہرا دینے والے سنتری سے آنکھیں چار ہوتی تھیں۔ ایک روز اُس نے روک لیا۔ غامدی صاحب کے ہاتھ میں کوئی کتاب تھی۔ اُس نے کہا کہ: ''یہ کتاب پڑھ لو، یہ ایک بڑے آدمی کی کتاب ہے۔ اور میں تمہیں ایک اور کتاب دوں گا جس میں اِس کتاب پر علمی تنقید کی گئی ہے، کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے وہ بھی پڑھ لینا۔ علم کی دنیا میں اشخاص کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ یہاں ساری اہمیت صرف دلیل کو حاصل ہے۔'' غامدی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے دونوں کتابیں پڑھ لیں۔ ''یہ میری زندگی کا پہلا موقع تھا جب میں دلیل کی اہمیت سے واقف ہوا۔ میری یہی واقفیت آج بھی میری زندگی کی سب سے بڑی متاع ہے۔''

[مقامات: ۱۳ تا ۴۲]

اِسی ''متاعِ حیات'' نے غامدی صاحب کو علماء امت، فقہائے دین اور صحابہ کرام حتیٰ کہ خود شارع علیہ الصلوۃ والسلام سے کاٹ کر رکھ دیا۔ اور وہ ''دلیل'' کے نام پر محض اپنے علم و عقل کے پیچھے چل پڑے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک ''دلیل'' نام ہی ''اپنے مطالعہ و فہم سے سمجھ میں آنے والی چیز'' کا ہے۔

دلیل کا تقاضا.....مختلف ادوار، مختلف خیالات: (حکومتی دین)

غامدی صاحب کیونکہ ''دلیل'' کی اہمیت سے واقف تھے، اِس لیے حالات و زمانہ کے مطابق اپنے خیالات و افکار میں مسلسل تبدیلیاں لاتے رہے۔ مثلاً: جنرل ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں غامدی

صاحب کا خیال تھا کہ: مذہب انسان کا ذاتی اور انفرادی معاملہ ہی نہیں، ریاستی ضرورت بھی ہے۔ اور بدنام زمانہ جنرل پرویز مشرف کے دور تک اُن کی یہی رائے رہی۔ چنانچہ ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۳ء کے مطبوعہ مضامین میں لکھتے ہیں:

''بعض جماعتوں کے لیڈر اَبھی یہ جسارت تو نہیں کر سکتے کہ اِس معاشرے کو کھلم کھلا اِلحاد اور بے دینی کی دعوت دیں۔ چنانچہ اُنھوں نے اِس کے لیے دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ: مذہب لوگوں کا انفرادی مسئلہ ہے۔ وہ اگر اسے اختیار کیے رکھنا چاہتے ہیں تو کیے رکھیں، لیکن جہاں تک ریاست کا تعلق ہے، اسے مذہب سے بالکل بے تعلق رہنا چاہیے۔ ان کے نزدیک یہ بات اب مسلمات میں سے ہے کہ ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔..... یہ نقطۂ نظر ظاہر ہے کہ محض جہالت پر مبنی ہے۔'' [پس چہ باید کرد، ص: ۴۸۔ طبع: ۱۹۹۳ء..... ماہنامہ تذکیر جنوری ۱۹۹۱ء، ص: ۲۸]

لیکن جنرل پرویز مشرف کے اقتدار میں آنے کے بعد ''دلیل'' کا تقاضا یہ ہوا ''روشن خیال اسلام'' تشکیل دیا جائے، چنانچہ اُس کے لیے سرگرداں ہوگئے۔ اور ملکی حالات عموماً اُسی رخ پر چلنے کے باعث تاحال ''دلیل'' کا تقاضا یہی ہے۔ چنانچہ اپنے ایک حالیہ مضمون میں لکھتے ہیں:

''یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے کہ ریاست کا بھی کوئی مذہب ہوتا ہے۔ اور اُس کو بھی کسی قرارداد مقاصد کے ذریعے سے مسلمان کرنے اور آئینی طور پر اِس کا پابند بنانے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اُس میں کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔'' [روزنامہ جنگ ۲۷/جنوری ۲۰۱۵ء]

اِس پر مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کا مختصر تبصرہ نہایت چشم کشا ہے۔ حضرت مدظلہم نے اپنے ایک مکتوب میں اِس پر ''ولتعرفنهم فی لحن القول.'' کے قرآنی الفاظ سے تبصرہ فرمایا ہے۔ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''آپ اُن (منافقین) کو طریقہ گفتگو سے پہچان لیں گے۔ ایسے لوگ جب بات کرتے ہیں تو کسی نہ کسی موقع پر اُن کی اسلام دشمنی ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔'' [معالم العرفان: ۱۷/۷۸]

اور صاحبِ تفسیر حقانی لکھتے ہیں:

''منافقین اپنے حال کو بھی مسلمانوں سے بہت مخفی رکھتے تھے کہ مبادا ہماری اندرونی خباثت معلوم ہو جائے۔... اِس بات کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:... ان کی طرزِ گفتار سے بھی اے محمد (ﷺ) آپ پہچان لیں گے۔'' [۴/۳۱۶]

اِسی طرح پرویز مشرف کی آمد سے قبل ''دلیل'' کا تقاضا یہ تھا کہ داڑھی ''سنت'' اور ''دین کا حصہ'' ہو، لیکن زمانہ مشرف میں ''دلیل'' کا تقاضا تبدیل ہوگیا۔ چنانچہ داڑھی نہ سنت رہی اور نہ دین کا حصہ۔ بلکہ

عرب کے معاشرے کا ایک دستور قرار پائی۔ داڑھی کے بارے میں ان کے دونوں موقف اُن کے تلمیذ رشید جناب عمار خان ناصر کے قلم سے پڑھیے!

''دین میں داڑھی کے بارے میں استاذِ گرامی جناب جاوید احمد غامدی کے دو قول ہیں۔ قولِ جدید کے مطابق یہ ان کے نزدیک کوئی دینی نوعیت رکھنے والی چیز نہیں۔'' [اشراق، جنوری ۲۰۱۱ء، ص: ۴۵]

اور خود غامدی صاحب اپنا حالیہ موقف یوں لکھتے ہیں:

''داڑھی مرد رکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی رکھی ہوئی تھی۔ آپ کے ماننے والوں میں سے کوئی شخص اگر آپ کے ساتھ تعلق خاطر کے اظہار کے لیے یا آپ کی اتباع کے شوق میں داڑھی رکھتا ہے تو اسے باعثِ سعادت سمجھنا چاہیے، لیکن یہ دین کا کوئی حکم نہیں ہے۔'' [مقامات: ۱۳۸، طبع اول]

''دلیل'' کے تقاضے کی ایک اور مثال بھی پڑھتے جایئے! غامدی صاحب نے اپنی کتاب ''مقامات'' پہلی مرتبہ ۲۰۰۶ء میں طبع کرائی تھی، جس کے تین حصے تھے: عربی، اردو، انگریزی۔ عربی کے کل ۲۲ رصفحات تھے، ہر صفحے میں ۲۲ رسے زیادہ فحش غلطیاں۔ انگریزی شاعری دوسرے انگریز شاعروں کے کلام کا سرقہ تھی۔ جب اِن دونوں چیزوں پر گرفت شروع ہوئی تو ''دلیل'' کا تقاضا یہ ہوا کہ کتاب کتب خانوں سے اٹھالی جائے۔ لہٰذا اُٹھالی گئی۔ ۲۰۰۸ء میں دوبارہ شائع کی گئی، جس میں سے عربی اور انگریزی والا حصہ غائب تھا۔ کتاب پر ''طبع اول ۲۰۰۸ء'' کا لفظ جگمگا رہا تھا۔ رہے نام ''دلیل'' کا۔!!

اِس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے جامعہ کراچی کے شعبہ تصنیف وتالیف کے نگران ڈاکٹر خالد جامعی صاحب کا غامدی دین پر تبصرہ برمحل اور درست ہی معلوم ہوتا ہے کہ: ''غامدی صاحب کا دین ''حکومتی دین'' ہوتا ہے۔ جیسی حکومت، ویسا دین۔''

غامدی صاحب کی بنیادی فکر.....اور دین غامدی کا خلاصہ:

مشرف کے دورِ اقتدار میں غامدی صاحب کو بالکل اُسی طرح بلکہ اُس سے بڑھ کر سرکاری مشینری کی سرپرستی اور پذیرائی حاصل ہوئی جس طرح ایوب خان کے زمانہ میں غلام احمد پرویز، ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور عمر احمد عثمانی کو ملی۔ چنانچہ غامدی صاحب کو ''اسلامی نظریاتی کونسل'' کا رکن چن لیا گیا۔ ہوم سیکرٹری اور اِس سے اعلیٰ درجے کے افسران میں غامدی صاحب کے ''تربیتی دروس'' ہونے لگے۔ ٹی وی اور میڈیا کے ذریعے بام عروج پر پہنچایا گیا۔ اور پرویز مشرف کے ایماء پر ایک ایسے ''اسلام'' کی تشکیل کے درپے ہوئے جو دنیا کے تمام مذاہب کے لیے قابل قبول ہو۔ اس کے لیے بنیادی ڈھانچہ تشکیل دیا۔ کلمہ سے لے کر وصیت کے مسائل تک میں ''قدیم اسلام'' سے الگ اور جداگانہ مسائل وضع کیے۔ چنانچہ غامدی پارٹی کا موقف ہے کہ:

یہود ونصاریٰ کے لیے نبی کریم پر ایمان لانا ضروری نہیں۔اس کے بغیر بھی اُن کی بخشش ہو جائے گی۔اُن کے لیے اپنی کتاب اور اپنے نبی کو ماننا کافی ہے۔[اشراق، جنوری ۲۰۰۸، ص:۷۰]

غامدی صاحب چونکہ (بحکم پرویز مشرف) اِس کوشش میں تھے کہ ایسا دین تشکیل دیا جائے جو پوری دنیا کے انسانوں کے لیے قابل قبول ہو۔لہٰذا ''سنت'' کی بھی ایسی تعبیر وضع کی جو دراصل یہود ونصاریٰ میں ہی رائج العمل ہو۔چنانچہ غامدی صاحب کے نزدیک ''سنت'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی فعل کا نام نہیں۔ بلکہ ''دین ابراہیمی کی روایت'' کا نام ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِصلاح کے بعد ''دین کی حیثیت سے'' جاری فرمایا ہو۔گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت ''شارع'' کے بجائے صرف ایک ''مجدد'' کی رہی۔اور ''دین کی حیثیت'' سے ہونے کے فیصلے کا معیار ''عقل غامدی'' کے سوا کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

صرف اِسی پر بس نہیں بلکہ غامدی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:اِس سنت کی تفصیلات کو قرآن سے اخذ کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی، بلکہ اس کے حاملین کے اجماع اور تواتر سے اس کی تفصیلات لی جائیں گی۔[میزان،ص:۴۷،طبع مئی ۲۰۱۴ء] ظاہر بات ہے کہ دین ابراہیمی کی روایت کے حاملین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہود ونصاریٰ اور مشرکین مکہ ہی تھے۔لہٰذا غامدی دین کی ''سنت'' کی تفصیلات یہود ونصاریٰ کے اجماع اور تواتر سے حاصل کی جائیں گی۔

غامدی صاحب تعمیلِ حکم مشرف میں یہاں تک پہنچ گئے۔لیکن مسلمانوں کو فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ:''یہود ونصاریٰ اُس وقت تک تم سے راضی نہیں ہو سکتے جب تک تم اُن کا دین اختیار نہ کرلو۔''لہٰذا تمام مذاہبِ عالم کے لیے قابل قبول بنانا ہے تو ''اسلام'' کو ''یہودیت ونصرانیت'' میں مکمل طور پر ڈھال دیا جائے۔ورنہ وہ تو راضی نہیں ہوں گے۔گویا اُن کے لیے نیا دین نہیں وضع کرنا بلکہ اُن کے دین کو اپنانا ہے، لیکن لیبل اُس پر ''اسلام'' کا لگانا ہے۔

چنانچہ غامدی صاحب اپنی مزعومہ سنت کے بارے میں یہاں تک لکھتے ہیں کہ: یہ قرآن کے بعد نہیں بلکہ قرآن پر مقدم ہے۔[ایضاً] یعنی یہود ونصاریٰ کے طریقے مسلمانوں کے قرآن پر مقدم ہیں۔اگر کہیں قرآن اور یہود ونصاریٰ کے عمل میں تقابل ہو جائے تو قرآن کو چھوڑ دیا جائے گا اور یہود ونصاریٰ کے عمل کو اپنا لیا جائے گا۔یہی ''غامدی اسلام'' ہے۔

قرآن وسنت کا یہ حشر کرنے کے بعد غامدی صاحب ''حدیث'' کی طرف بڑھے اور صاف صاف کہہ دیا کہ:''حدیث سے دین میں کسی عقیدہ یا عمل کا اضافہ نہیں ہو سکتا۔''[میزان:۱۵] یعنی حدیث شریف محض بطورِ برکت پڑھنے کی چیز ہے۔فکری وعملی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔حالانکہ بہت سے اسلامی

عقائد اور سیکڑوں احکاماتِ شرعیہ کا دارمدار احادیث مبارکہ پر ہے۔ غامدی صاحب نے بیک جنبش قلم سب کا انکار کر دیا۔

قرآن وسنت اور حدیث کے بعد تیسری دلیل شرعی ''اجماعِ امت'' ہے جو غامدی صاحب کے نزدیک ویسے ہی بدعت ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''دین کے مآخذ میں اجماع کا اضافہ یقیناً بدعت ہے۔'' [اشراق، اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص:۲] لیکن حیرت کی بات ہے کہ غامدی صاحب ''امتِ مسلمہ'' کے اجماع کو تو بدعت قرار دیتے ہیں، لیکن حاملین روایتِ دین ابراہیمی (یہود ونصاریٰ) کے اجماع وتواتر کو تسلیم کرتے ہیں۔ [میزان:۴۷] ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

قارئین کرام!

غور فرمایئے! غامدی صاحب نے مسلمانوں کو کہاں لا کھڑا کیا ہے۔

..... پہلے کہا کہ: یہود ونصاریٰ کے لیے نبی کریم ﷺ پر ایمان ضروری نہیں۔ اِس سے کلمے کی اہمیت ختم۔

.....پھر کہا کہ: ''سنت'' نبی کریم ﷺ کا عمل نہیں ''دین ابراہیمی کی روایت'' ہے۔

.....پھر فرمایا: اِس سنت کی تفصیلات یہود ونصاریٰ کے اجماع وتواتر سے حاصل کی جائیں گی۔

.....اور بات ختم یہاں کی کہ: یہ سنت قرآن کے بعد نہیں بلکہ قرآن پر مقدم ہے۔

تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ:

..... یہود ونصاریٰ کے طریقے ہی اصل دین اسلام ہے۔ وہ قرآن پر مقدم ہیں۔ وہی اصل میں سنت ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اُن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اُن کے طریقوں کو اپنا لینا چاہیے۔ فیا للأسف

چند غامدی اُصول:

غامدی صاحب کے چار بڑے اُصول ہیں:

۱).....عربی معلیٰ ۲).....تصورِ سنت ۳).....فطرت ۴).....اتمام حجت

۱).....عربی معلیٰ:

غامدی صاحب مبادی تدبر قرآن کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''اِس کتاب کا فہم اَب اس زبان کے صحیح علم اور اس کے صحیح ذوق ہی پر منحصر ہے، اور اِس میں تدبر اور اِس کی شرح وتفسیر کے لیے یہ ضروری ہے کہ آدمی اِس زبان کا جید عالم ہو اور اِس کے اسالیب کا ایسا ذوق آشنا ہو کہ قرآن کے مدعا تک پہنچنے میں کم سے کم اُس کی زبان اُس کی راہ میں حائل نہ ہو سکے..... ہر

معاملے میں یہی کتاب قولِ فیصل اور یہی صحیفہ معیار ہے۔.....قرآن سے باہر کوئی وحی خفی یا جلی یہاں تک کہ خدا کا وہ پیغمبر جس پر یہ نازل ہوا ہے، اِس کے کسی حکم کی تحدید و تخصیص یا اِس میں کوئی ترمیم و تغیر نہیں کرسکتا۔.....ایمان و عقیدہ کی ہر بحث اِس سے شروع ہوگی اور اِسی پر ختم کردی جائے گی۔.....اِس کے الفاظ کی دلالت اِس کے مفہوم پر بالکل قطعی ہے۔.....اِس کا مفہوم وہی ہے جو اِس کے الفاظ قبول کر لیتے ہیں۔.....حدیث سے قرآن کے نسخ اور اس کی تحدید و تخصیص کا یہ مسئلہ سوءِ فہم اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔

[میزان:۱۶تا۳۶]

اِس غامدی اُصول کا خلاصہ یہ ہے قرآن پاک سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے تفسیر بالحدیث، تفسیر بآثار الصحابہ اور تفسیر باقوال المفسرین کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ محض عربی دانی اور عربی زبان واسلوب کی واقفیت کی بنیاد پر قرآن کو مکمل طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ البتہ لغت کو حل کرنے لیے شعراء وفصحاء عرب کی طرف ضرور رجوع کیا جائے گا۔ اور عربی لغت وادب کی کتب بہر حال مستند ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''لغت وادب کے ائمہ اس بات پر ہمیشہ متفق رہے ہیں کہ قرآن کے بعد یہی کلام ہے جس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اور جو صحتِ نقل اور روایت باللفظ کی بنا پر زبان کی تحقیق میں سند و حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔'' [میزان:۱۹]

لہٰذا حلِ قرآن کے لیے ائمہ لغت اور ادبِ عربی سے تو راہ نمائی لی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کے معنی ومفہوم کے لیے ذخیرہ حدیث اور ائمہ تفسیر سے راہ نمائی لینا درست نہیں۔ یا للعجب۔۔!!

۲).....تصورِ سنت:

تصورِ سنت کی وضاحت گذشتہ سطور میں ہوچکی ہے کہ غامدی دین میں: سنت دین ابراہیمی کی روایت جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہو۔ اَب جس عملِ نبوی کی بابت غامدی صاحب کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اِسے یہود و نصاریٰ قبول نہیں کریں گے تو اُس کی بابت بڑے دھڑلے سے کہہ دیتے ہیں کہ: یہ کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تو تھا۔ لیکن ''دین کی حیثیت'' سے نہیں۔ اپنے معاشرے کے رواج اور طریقے کے طور پر۔ لہٰذا یہ ''سنت'' نہیں۔ چنانچہ داڑھی، عمامہ، مسنون لباس اور دیگر بہت سی سنتوں کے ساتھ اُن کا یہی رویہ ہے۔

یہ غامدی بیماری اُن کے تلامذہ میں بھی بھرپور طریقے سے سرایت کی ہوئی ہے۔ چنانچہ اُن کے مایہ ناز تلمیذ رشید عمار خان ناصر مرد و عورت کی دیت کے بارے میں یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ: ''صحابہ کرام رضوان

اللہ علیہم اجمعین کے فیصلے مذہب جمہور کے مطابق ہیں۔ حضرت عمرؓ اور سیدنا علیؓ کے فیصلے ہیں۔'' اِسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور عذر لنگ یہی ہے کہ: ''یہ فیصلے دین وشریعت کے طور پر نہیں بلکہ ماحول اور معاشرے کے مطابق کیے گئے تھے۔'' [ماہنامہ اشراق: ۴۱، ۴۲۔ اگست ۲۰۱۲ء]

غامدی صاحب کے اِس تصورِ سنت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیکڑوں ہزاروں مبارک سنتوں کی تعداد گھٹا کر ۲۷ تک محدود کر دی ہے۔ اور خوب غور وخوض کے بعد صرف اُن چیزوں کو ''سنت'' قرار دیا ہے جن پر یہود ونصاریٰ کو اعتراض نہ ہو۔

۳).....فطرت:

حلال وحرام کے معاملے میں غامدی صاحب نے یہود ونصاریٰ کو راضی رکھنے کے لیے یہ فلسفہ گھڑا ہے کہ شریعت کے نزدیک حلال وحرام کی بنیاد وحی یا آسمانی تعلیمات نہیں، انسانی فطرت ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''طیبات وخبائث کی کوئی جامع مانع فہرست شریعت میں کبھی پیش نہیں کی گئی۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت اِس معاملے میں بالعموم اُس کی صحیح راہ نمائی کرتی ہے اور وہ بغیر کسی تردد کے فیصلہ کر لیتا ہے کہ کیا چیز طیب ہے اور کیا خبیث ہے۔'' [میزان: ۶۲۹]

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے منع فرمایا، اُن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> ''چنانچہ خدا کی شریعت نے اِس معاملے میں انسان کو اصلاً اُس کی فطرت ہی کی راہ نمائی پر چھوڑ دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچلی والے درندوں، چنگال والے پرندوں، جلالہ اور پالتو گدھے وغیرہ کا گوشت کھانے کی جو ممانعت روایت ہوئی ہے، وہ اِسی فطرت کا بیان ہے۔ شراب کی ممانعت سے متعلق قرآن کا حکم بھی اِسی قبیل سے ہے۔ [میزان: ۶۳۰]

اِس غامدی فلسفے کے نتیجے میں شریعت کی تمام حرام کردہ چیزیں محض غامدی فطرت کی بنا پر حلال قرار پائیں گی۔ اور ہر انسان کو آزادی ہوگی کہ جسے چاہے حلال سمجھ کر کھالے اور جسے چاہے حرام سمجھ کر چھوڑ دے۔

۴).....اتمام حجت:

غامدی صاحب نے یہود ونصاریٰ کی رضامندی کی خاطر قرآنِ پاک کی من چاہی تفسیر کے لیے محض عربی دانی کا اصول وضع کیا۔ اپنی مرضی کا ''تصورِ سنت'' گھڑا۔ قرآن کو اُس سنت کے ماتحت قرار دیا۔ احادیث مبارکہ کو فکری وعملی زندگی میں غیر مؤثر قرار دیدیا۔ اجماع امت کو 'بدعت' کہہ دیا۔ حلت وحرمت کو

فطرتِ انسانی کے سپرد کر دیا۔ لیکن چند مسائل ایسے تھے کہ اُن کا کوئی حل اِن غامدی اُصولوں سے نہیں ہو پا رہا تھا۔ چنانچہ اتمام حجت کا ایک اور قانون تشکیل دیا گیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''دین کی اصطلاح میں کافر قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص پر اللہ کی حجت پوری ہوگئی ہے اور یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اس نے ضد، عناد اور ہٹ دھرمی کی بنیاد پر دین کا انکار کیا ہے۔ دین کی کامل وضاحت جس میں غلطی کا کوئی شائبہ نہ ہو، صرف اللہ کا پیغمبر اور اُن کے تربیت یافتہ صحابہ ہی کر سکتے تھے۔ اس وجہ سے اتمام حجت کے بعد تکفیر کا حق دین نے انھی کو دیا ہے۔ ان کے بعد دین کی کامل وضاحت چونکہ کسی فرد یا اجتماع کے بس کی بات نہیں ہے، اس لیے اب تکفیر کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔''

[ہٹس ۹۰۱، ۲۵ ستمبر ۲۰۰۹ء]

یعنی نبی کے بعد کسی شخص کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ کسی کی تکفیر کرے۔ حتیٰ کہ ریاست بھی کسی کی تکفیر نہیں کر سکتی۔ اِس قانون کا مقصد یہ ہے کہ: جب کسی کی تکفیر نہیں کی جا سکتی تو کسی سے جہاد بھی نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ جہاد کافروں سے ہوتا ہے۔ اور جب کسی کی تکفیر کا حق نہیں ہے تو کسی کو ''مرتد'' قرار دے کر ارتداد کی سزا کا حق بھی نہیں ہے۔ اور ہر ذی شعور سمجھتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو جہاد اور سزائے ارتداد سے جس قدر تکلیف ہے، شاید کسی اور حکم اسلامی سے نہیں۔ اِس لیے غامدی صاحب اِن احکامات کو تہہ تیغ کرنے کے در پئے ہیں۔ جہاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ جہاد و قتال ہے، لیکن اس کا حکم قرآن میں دو صورتوں کے لیے آیا ہے:

ایک، ظلم و عدوان کے خلاف،

دوسرے، اتمام حجت کے بعد منکرین حق کے خلاف۔

پہلی صورت شریعت کا ابدی حکم ہے اور اِسی کے تحت جہاد اُسی مصلحت سے کیا جاتا ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ دوسری صورت کا تعلق شریعت سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے قانون اتمام حجت سے ہے جو اِس دنیا میں ہمیشہ اُس کے براہِ راست حکم سے اور انھی ہستیوں کے ذریعے سے روبعمل ہوتا ہے جنھیں وہ رسالت کے منصب پر فائز کرتا ہے۔ [میزان، قانون جہاد، ص: ۵۷۷، طبع مئی ۲۰۱۴ء]

گویا نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد جہاد کا دروازہ بند ہے۔

۵).....سزائے قتل:

اِن چار بڑے اُصولوں کے ساتھ سزائے رجم اور شاتم رسول کی سزائے قتل کے سد باب کے لیے ایک اور غامدی ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ زنا کے مجرم کو رجم کرنا اور یا شاتم رسول کو قتل کرنا یہود و نصاریٰ کو کبھی بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ اِس لیے غامدی صاحب کو یہ ضابطہ ایجاد کرنا پڑا کہ اسلام میں قتل کی سزا

صرف قتل نفس اور فساد فی الارض کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''موت کی سزا قرآن مجید کی رو سے قتل نفس اور فساد فی الارض کے سوا کسی جرم میں بھی نہیں دی جاسکتی۔''

[برہان:۱۴۳]

یہاں غامدی صاحب کو ''فساد فی الارض'' کی قید دو وجہ سے لگانی پڑی:

[۱].....قتل نفس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو سزائے قتل دی یا دلوائی، اُن کے جرم کی تاویل کر کے اُسے اِس ضمن میں لایا جاسکے۔ جیسے وہ شاتمین رسول جنھیں آپ ﷺ نے قتل کرایا، غامدی صاحب اُن کو فساد فی الارض کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ غامدی صاحب نے اِس مقام پر یہود و نصاریٰ کی رضامندی کے حصول کی خاطر اصحابِ رسول پر زبان درازی اور اُن پر گھناؤنے الزامات لگانے سے بھی احتراز نہیں کیا۔ چنانچہ صحابی رسول حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں غامدی صاحب لکھتے ہیں:

اعتراف جرم اور ندامت سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ یہ (حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ) کوئی مرد صالح تھا جس سے یہ جرم اتفاقاً سرزد ہوگیا۔ دنیا میں جرائم کی جو تاریخ اب تک رقم ہوئی ہے، اس سے دسیوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ بدترین اوباش اور انتہائی بدخصلت غنڈے جو کسی طرح گرفت میں نہیں آسکتے تھے، ارتکاب جرم کے فوراً بعد کسی وقت اس طرح قانون کے سامنے خود پیش ہوئے کہ ان کی ندامت پر لوگوں کے دلوں میں ان کے لیے ہم دردی کے جذبات امنڈ آئے۔ نفسیات جرم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے محرکات کئی ہو سکتے ہیں: مجرم اس اندیشے میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اب یہ جرم چھپا نہ رہے گا، اس لیے وہ خود آگے بڑھ کر اس خیال سے اپنے آپ کو قانون کے سامنے پیش کر دیتا ہے کہ اس طرح شاید اسے سخت سزا نہ دی جائے۔

..... پروردگار اسے جنت میں بھی داخل کر سکتا ہے۔ اللہ کا رسول اگر دنیا میں موجود ہو اور اسے وحی کے ذریعے یہ بتایا جائے کہ مجرم کی مغفرت ہوگئی اور یہ معلوم ہو جانے کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھے اور لوگوں کو بھی اس کے حق میں دعا کی نصیحت کرے تو اس سے اس کردار کی نفی کس طرح ہو جائے گی جو توبہ و اصلاح سے پہلے اس مجرم کا رہا؟ اس سے کیا یہ سمجھا جائے کہ کسی اوباش کو کبھی توبہ کی توفیق نہیں ملتی؟ اور جو شخص توبہ کر لے، اس کے بارے میں یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کبھی اوباش بھی رہا تھا؟

[برہان:۸۵]

گویا غامدی صاحب اِس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ اُن کے قلم سے اصحاب رسول بھی محفوظ نہیں۔

جب غامدی صاحب کا اصحابِ رسول کے بارے میں یہ رویہ ہے تو اُن کے تلامذہ کیوں پیچھے

رہنے لگے؟ غامدی صاحب کے تلمیذ رشید جناب عمار خان ناصر صاحب بھی حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے نہ ''حضرت'' کا سابقہ لگانے کا تکلف کرتے ہیں اور نہ ہی ''رضی اللہ عنہ'' کے دعائیہ کلمے کا حوصلہ۔ لکھتے ہیں: ''اس ضمن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز اسلمی اور غامدیہ کے واقعات میں جو طرز.....ماعز اسلمی کے جرم کی نوعیت.....بعض روایات کے مطابق ماعز کو رجم کرنے کے بعد.....[حدود و تعزیرات: ۱۶۳،۱۶۴، ۱۶۴] بلکہ ایک دوسرے مقام پر تو عمار خان صاحب نے اصحاب رسول کی بابت انتہائی دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور اُن کو زنا کے اڈے چلانے والا لکھ دیا ہے۔ (العیاذ باللہ)۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''اس معاشرے میں آپ کے تربیت یافتہ اور بلند کردار صحابہ کے علاوہ منافقین اور تربیت سے محروم کمزور مسلمانوں کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی جو مختلف اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں میں مبتلا تھی اور ان کی اصلاح و تطہیر کا عمل، جتنا بھی ممکن تھا، ایک تدریج ہی کے ساتھ ممکن تھا۔ اس طرح کے گروہوں میں نہ صرف پیشہ ورانہ بدکاری اور یاری آشنائی کے تعلقات کی مثالیں پائی جاتی تھیں بلکہ اپنی مملوکہ لونڈیوں کو زنا پر مجبور کر کے ان کے ذریعے سے کسب معاش کا سلسلہ بھی جاری وساری تھا۔'' [الشریعہ، جون ۲۰۱۴ء، ص: ۱۸۸]

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی جن شخصیات کو عمار خان صاحب نے ''تربیت سے محروم کمزور مسلمان'' سے تعبیر کیا ہے، وہ کون تھے؟ کیا وہ صحابہ نہیں تھے؟ تھے اور یقیناً تھے۔ اِنھی صحابہ کرام پر نعوذ باللہ پیشہ وارانہ بدکاری، یاری آشنائی اور زنا کے اڈے چلانے کا الزام لگایا جا رہا ہے۔ یاد رہے کہ ''تربیت سے محرم کمزور مسلمان'' کی اصطلاح عمار خان صاحب نے روافض سے چرائی ہے۔

[۲].....''فساد فی الارض'' کی قید کی دوسری وجہ: غامدی صاحب کے سرپرست اعلیٰ جنرل پرویز مشرف اور اُن کے ''اعلیٰ حضرات'' یہود و نصاریٰ اگر قتل نفس کے علاوہ کسی کو سزائے موت دیتے ہیں تو اُس کو بھی ''فساد فی الارض'' کے تحت لا کر اُن کے ہر جائز ناجائز فعل کو سندِ جواز فراہم کی جا سکے۔

۶).....عقل پرستی:

دنیا بھر میں مختلف مذاہب کے لوگ بستے ہیں۔ جن میں ایک بڑی تعداد عقل پرستوں کی ہے۔ بلکہ موجودہ یہود اور بالخصوص نصاریٰ میں بھی اکثر اپنے دین سے ایسے برگشتہ ہو چکے ہیں جیسے غامدی صاحب اور اُن کے متعلقین اسلام سے۔ غامدی صاحب نے ایسے ہی عقل پرستوں کی رعایت کرتے ہوئے اپنے دین کی بنیاد عقل پر رکھی ہے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ غامدی صاحب کی ''متاعِ حیات'' کل دو چیزیں ہیں۔

[۱].....دلیل کی اہمیت: جو اُن کو ایک سنتری سے حاصل ہوئی تھی۔ اِس کا جائزہ لیا جا چکا ہے۔

[۲].....عقل کی اہمیت۔ جو اُن کو اپنے استاذ امین احسن صاحب سے ملی کہ: ''دین محض مان لینے کی چیز نہیں ہے۔'' بلکہ اس کی ہر بات کو سمجھا بھی جاسکتا ہے۔

حالانکہ خالق کائنات نے قرآنِ مقدس کی ابتدا میں ''الٓمٓ'' اُتار کر اِن عقل پرستوں کو گنگ کر دیا ہے کہ جسے اپنی ''عقل'' پر گھمنڈ ہے وہ اِس کا حتمی معنی بیان کرے، پھر آگے چلے۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک صحابی کے سوال پر عقلی جواب دینے کے بجائے ''تعوذ'' کی تلقین کر کے یہ سمجھا دیا دین میں اہمیت ''ماننے'' کی ہے۔

غامدی صاحب چونکہ دنیا بھر کے لوگوں کے لیے قابل قبول دین بنانے نکلے ہیں، اِس لیے اُنہوں نے اُن اسلامی احکامات کا بھی قلع قمع کرنے کی کوشش کی ہے جنھیں اِن عقل پرستوں کی عقلیں قبول نہیں کرتیں۔ جیسے حیاتِ عیسیٰ۔ لیکن چونکہ احادیث متواترۃ المعنی اِس پر دال ہیں۔ اِس لیے غامدی صاحب کے پاس اِس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا کہ اِن احادیث کو خلافِ قرآن قرار دے کر اِس عقیدے کا انکار کر دیں۔ لہٰذا لکھتے ہیں:

''نزولِ مسیح کی روایتوں کو اگرچہ محدثین نے بالعموم قبول کیا ہے، لیکن قرآن کی روشنی میں دیکھیے تو وہ بھی محل نظر ہیں۔'' [میزان:۱۷۸]

۷).....مرزا غلام احمد قادیانی اور غلام احمد پرویز کا دفاع:

غامدی دین کا اصل مقصد تو یہود و نصاریٰ کی رضامندی کا حصول ہے، اِس لیے وہ اُن شخصیات کے دفاع پر بھی مجبور ہیں جنھیں انگریزوں نے بطور آلہ کار استعمال کیا۔ لیکن علمائے امت نے اُن کے خلاف ایسا بند باندھا کہ وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ایسی شخصیات میں سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور غلام احمد صاحب پرویز سرفہرست ہیں۔ غامدی صاحب الگ الگ مقامات پر اِن دونوں کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں۔ پرویز صاحب کا دفاع تو اپنے قانون ''اتمام حجت'' کے تحت کیا کہ: ''کسی کی تکفیر کا حق امتی کو نہیں ہے۔ لہٰذا علماء کا اُن کو کافر قرار دینا درست نہیں۔'' اور قادیانی صاحب کے دفاع کی یہ صورت اختیار کہ اُن کے دعویٰ نبوت سے انکار کرتے ہوئے اُن کو ایک عدد ''صوفی'' باور کرا دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بنیادی طور پر صوفی تھے...انہوں نے دعویٰ نبوت نہیں کیا۔''

[اختلافات احمدیہ:۸۴]

قارئین مکرم!

آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ غامدی صاحب ''دلیل'' کی اہمیت کا نعرہ لگا کر.....''قرآن اپنے معنی

میں بالکل واضح ہے'' کا خوبصورت جملہ سنا کر..... ''سنت'' کا مبارک لفظ اپنے من گھڑت مفہوم کے لیے استعمال کرتے ہوئے.....حدیث مبارکہ کو فکری وعملی زندگی سے خارج قرار دے کر.....اجماع کو بدعت لکھ کر.....حلت وحرمت کا معیار ''فطرت'' کو بتا کر..... ''اتمام حجت'' اور ''سزائے قتل'' کے نام سے دو خود ساختہ اُصول وضع کر کے.....دراصل یہود ونصاریٰ کے لیے قابل قبول دین تشکیل دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔اور اِس مقصد کے لیے قرآنِ پاک، حدیث وسنت، اجماع امت، جہاد اور حدود شرعیہ سے الگ تھلگ ایک بالکل متوازی دین پیش کر رہے ہیں۔جسے دین غامدی کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔

۸).....چند مزید غامدی افکار:

سابقہ سطور میں غامدی صاحب کے بنیادی اُصولوں کے حوالے سے چند گذارشات کی گئی ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کے چند مزید خیالات درج کرتے ہیں، جن میں انھوں نے جمہور امت کا راستہ (صراطِ مستقیم) چھوڑ دیا ہے۔

.....قیامت کے قریب کوئی مہدی نہیں آئے گا۔[میزان:۱۷۷]

.....قرآن پاک کی صرف ایک قراءت ہے، باقی قراءتیں عجم کا فتنہ ہیں۔

[میزان، ص:۳۲، طبع اپریل ۲۰۰۲ء.....بحوالہ تحفہ غامدی از مفتی عبدالواحد مدظلہ]

.....تمام فقہاء کرام کی آراء کو اپنے علم وعقل کی روشنی میں پرکھنا چاہیے۔[ہٹس:۲۷،۱۹ جون ۲۰۰۹ء]

ہر آدمی کو اجتہاد کا حق حاصل ہے۔اجتہاد کی اہلیت کی کوئی شرائط متعین نہیں، جو سمجھے کہ اسے تفقہ فی الدین حاصل ہے وہ اجتہاد کر سکتا ہے۔ [سوال وجواب، ہٹس ۶۱۲، تاریخ اشاعت:۱۰ مارچ ۲۰۰۹ء]

.....تصوف عالم گیر ضلالت اور اسلام سے متوازی ایک الگ دین ہے۔[برہان:۱۸۱]

.....مسلم وغیر مسلم اور مرد وعورت کی گواہی میں کوئی فرق نہیں ہے۔سب کی گواہی یکساں ہے۔

[برہان:۲۵]

.....زکوٰۃ کے نصاب میں ریاست کو تبدیلی کا حق حاصل ہے۔[اشراق، جون ۲۰۰۸ء، ص:۷۰]

.....موسیقی فی نفسہ جائز ہے۔[اشراق، فروری ۲۰۰۸ء، ص:۶۹]

.....بت پرستی کے لیے بنائی جانے والی تصویر یا مجسمے کے علاوہ ہر قسم کی تصویریں جائز ہیں۔

[اشراق، مارچ، ۲۰۰۹ء، ص:۶۹]

.....بیمہ جائز ہے۔[اشراق، جون ۲۰۱۰ء، ص:۲]

.....سور کی نجاست صرف گوشت تک محدود ہے۔اس کے بال، ہڈیوں، کھال وغیرہ سے دیگر فوائد

اٹھانا جائز ہے۔ [اشراق، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص:۹۷.....بحوالہ: غامدیت کیا ہے؟، ص:۶۰]

صوفیاء وفقہائے امت پر غامدی صاحب کا طنز:

صوفیائے کرام اور فقہائے عظام پر طنز کرتے ہوئے غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اللہ کی ہدایت یعنی اسلام کے مقابلے میں تصوف وہ عالمگیر ضلالت ہے جس نے دنیا کے ذہین ترین لوگوں کو متاثر کیا ہے۔'' [برہان:۱۵۶]

''فقیہان کرام اس بات پر متفق ہیں کہ لڑکیوں کے حصے بہر صورت پورے ترکے میں سے دیے جائیں گے۔ ان حضرات کی یہی غلطی ہے جس کی وجہ سے انہیں عول کا وہ عجیب وغریب قاعدہ ایجاد کرنا پڑا ہے جس کو ماہرین فقہ وقانون کی بوالعجبیوں میں قیامت تک بلند ترین مقام حاصل رہے گا۔ کسی شخص نے کبھی علمی دنیا کے اعجوبوں کی تاریخ مرتب کرنا شروع کی تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارے علم میراث کی یہ یادگار اس میں سرفہرست ہوگی۔

حیرت ہوتی ہے کہ اسلوب بیان کی نزاکتوں کو سمجھنے اور آیات پر غور وتدبر کرنے کے بجائے ان حضرات نے یہ چیستان اللہ تعالیٰ سے منسوب کر دیا ہے اور اس کی دریافت کا سہرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر باندھا ہے۔'' [میزان:۵۰]

اکابر دیوبند پر غامدی طنز:

غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک گروہ اِس بات پر مصر ہوا کہ نہ دین کو خاص اپنے مکتب فکر کے اُصول ومبادی اور اپنے اکابر کی رایوں سے بالاتر ہو کر براہِ راست قرآن وسنت سے سمجھنا ممکن ہے اور مغربی تہذیب اور اُس کے علوم اِس کے مستحق ہیں کہ وہ کسی پہلو سے اہل دین کی نظروں میں ٹھیریں۔ اِس گروہ کے بڑوں میں قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، محمود الحسن دیوبندی، انور شاہ کاشمیری، حسین احمد مدنی، اشرف علی تھانوی اور اور شبیر احمد عثمانی کے نام بہت نمایاں ہیں۔..... اَب اس وقت دیکھیے، پہلے گروہ (دیوبندیوں) کی عمر پوری ہو چکی ہے۔ اِس کی مثال اَب اُس فرسودہ عمارت کی ہے جو نئی تعمیر کے وقت آپ سے آپ ویران ہو جائے گی۔''

[مقامات:۲۱]

مدارس پر طنز:

اس سے کوئی شخص اگر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ (حضرت ماعزؓ) بے چارہ تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ زنا کیا ہے تو اس کے بارے میں پھر کیا عرض کیا جا سکتا ہے! حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے لوگ اگر زنا بالجبر کے متعلق یہ بھی کہتے ہیں کہ شرفا بھی کبھی کبھی اس کے مرتکب ہو جایا کرتے ہیں تو

اس پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے۔عقل ودانش کی جو مقدار اب ہمارے مدرسوں میں باقی رہ گئی ہے،اس کے بل بوتے پر اس سے زیادہ کیا چیز ہے جس کی توقع ان لوگوں سے کی جاسکتی ہے؟[مقامات:۸۵]

غامدی صاحب کے بارے اکابر امت کی رائے:

غامدی صاحب کی شخصیت،اُن کے افکار اور خودساختہ دین کے مختصر تعارف کے بعد اَب ہم غامدی صاحب کے بارے میں اکابر امت کی آراء پیش کرنا چاہتے ہیں،تاکہ عوام الناس اُن کے شرعی حکم سے آگاہ ہوسکیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ [صدر:وفاق المدارس العربیہ،پاکستان] لکھتے ہیں:

جاوید احمد غامدی کی کتب اور عقائد کا گہرائی سے مطالعہ کرنے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ موصوف کی ہر کتاب بلکہ ہر صفحہ وسطر سے ذہنی آوارگی،کج فہمی،فکری کج روی،آزاد فکری،خود پسندی،تکبر اور ضلالت وگم راہی ٹپکتی ہے۔[غامدی نمبر:۱/۳۶]

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ [شیخ الحدیث:جامعہ خیر المدارس،ملتان] لکھتے ہیں:

غامدی صاحب لوگوں کو اہل السنۃ والجماعۃ کے متعین کردہ راستے (صراطِ مستقیم) سے ہٹا رہے ہیں۔(لہٰذا) امت کے لیے اس کے نظریات کو ترک کرنا ضروری ہے۔۔[غامدی نمبر:۱/۴۳]

شیخ الحدیث مولانا عبدالرزاق اسکندر مدظلہم [امیر:عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت] لکھتے ہیں:

بدقسمتی سے ہمارے بھولے بھالے عوام جو عموماً دین کی بنیادی واساسی معلومات سے بھی ناآشنا ہوتے ہیں،غامدی صاحب کی نرالی بوقلمیوں سے متاثر ہوکر جمہور امت سے الگ راہ پر جارہے ہیں۔[۴۴]

شیخ التفسیر مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہم فرماتے ہیں:

غامدی کی تحریرات میں ایسا خطرناک مواد اور ایسی خوفناک چیزیں ہیں جس سے جدید نسل کے الحاد وبے دینی اور گمراہی وضلالت بلکہ کفر تک میں مبتلا ہونے کا شدید اندیشہ ہے۔[غامدی نمبر:۱/۴۵]

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم [نائب صدر:جامعہ دارالعلوم کراچی] لکھتے ہیں:

جب ایک مرتبہ کوئی صاحبِ فکر جمہور اُمت کے مسلمات سے آزاد ہوکر اپنی راہ الگ اختیار کرلیتا ہے اور یہ تصور کرلیتا ہے کہ وہ اِن مسلمات کے بارے میں پہلی بار اصابتِ فکر کے ساتھ غور کررہا ہے،اور چودہ صدیوں میں علماءِ امت اُس اندازِ فکر سے محروم رہے ہیں،تو اُس کے اوپر کوئی روک باقی نہیں رہتی۔ماضی میں یہی طرزِ فکر نہ جانے کتنی گمراہیاں پیدا کرچکا ہے۔طٰہٰ حسین سے لے کر سرسید تک اور وحید الدین خان صاحب سے لے کر جاوید غامدی صاحب تک کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔[غامدی نمبر:۱/۴۷]

وکیل احناف شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہم لکھتے ہیں:

اس کے زندیق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور زندیقیت کفر فوق کفر ہے۔[صفدر،ش:۵۴]

وکیل احناف مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہم [رئیس شعبہ دعوۃ وارشاد: جامعہ خیر المدارس ملتان] لکھتے ہیں:

اِس دور کا سب سے بڑا فتنہ اکابرین سے اعتماد اٹھا کر دین کی نئی تشریح کرنے کا ہے۔ دورِ حاضر میں باقی فتنوں کی طرح ایک جاوید غامدی کا فتنہ ہے۔

ترجمان دیوبند مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ [سرپرست اعلیٰ: اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ] لکھتے ہیں:

گذشتہ چند سالوں سے مولانا محمد عمار خان صاحب ناصر اہل حق کی نظروں میں متنازع فیہ شخصیت قرار پا چکے ہیں کہ وہ جاوید غامدی پرویزی کی تقلید میں جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کی راہ سے ہٹ کر گمراہی کی دلدل میں پھنس چکے ہیں۔[۴۸]

شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور مدظلہم لکھتے ہیں:

اہل قرآن، اہل حدیث، مودودی ازم، فتنہ غامدیت اور ان جیسے دیگر اسلاف واکابر کے فکر وتحقیق سے آزاد اداروں، شخصیتوں اور ان کے لٹریچر سے احتراز لازم ہے کہ اس میں دین وایمان کی حفاظت ہے۔[۴۸]

شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہم لکھتے ہیں:

احقر کی نظر میں جاوید غامدی صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اسلام پر بعض اہل عقل کے اعتراضات دیکھ کر ہتھیار ڈال دیئے اور بے بس ہو کر ان کو مطمئن کرنے کے لیے دین میں تحریفات کو اپنا شیوہ بنایا اور دین کے اصلی حلیہ کو بگاڑ کر رکھ دیا۔[۵۰]

مولانا مفتی عبد القدوس ترمذی مدظلہم لکھتے ہیں:

موصوف جہاں اور بہت سے باطل نظریات کے حامل ہیں وہاں وہ قرآن کریم کی متواتر قرا آت کے بھی منکر ہیں۔[۵۲]

مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہم لکھتے ہیں:

''غامدیت'' اِس وقت کے بڑے فتنوں میں سے ہے۔[۵۳]

مولانا قاضی نثار احمد مدظلہم لکھتے ہیں:

جاوید احمد غامدی صاحب اہل سنت سے خارج اور خلاف شرع عقائد ونظریات کا حامل وداعی ہے۔ ان میں سے بعض امور نہ صرف سخت گمراہی کے زمرے میں داخل ہیں بلکہ کفر کی سرحد کو چھو رہے ہیں۔[۵۴]

غامدی سے متعلق چند فتاویٰ جات:

مولانا مفتی حمید اللہ جان رحمہ اللہ کا فتویٰ:

یہ شخص زندیق ہے اور اس کی کتابوں کا مطالعہ کرنا ناجائز ہے۔[غامدی نمبر:۱/۵۹۴]

مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم کا فتویٰ:

جاوید احمد غامدی گمراہ ہے اور اُس کے افکار گمراہی کا پلندہ ہیں۔..... کچھ باتیں تو کفر کے قریب تک پہنچ گئی ہیں۔[غامدی نمبر:۱/۵۹۵]

جامعہ دارالعلوم کراچی کا فتویٰ:

(۱).....جاوید احمد غامدی صاحب نے بہت سے اجماعی اور متفقہ مسائل میں اپنی الگ رائے قائم کی ہے، ایسے مسائل جن میں چودہ صدیوں تک تمام اہلِ علم متفق رہے ان کے بارے میں اجماعی موقف سے انحراف کرنا اور چودہ صدیوں کے اہلِ علم کے متفقہ موقف کو غلط قرار دینا کھلی گمراہی اور ضلالت ہے، منسلکہ سوالنامہ میں مذکور غامدی صاحب کے تمام افکار ونظریات پر تفصیل سے بحث کرنا تو اس فتویٰ میں مشکل ہے، اِس لیے ہم نے نمونہ کے طور پر ان میں سے چند مسائل میں غامدی صاحب کے نقطہ نظر کو ان کی کتب ''میزان، برہان اور مقامات'' سے نقل کر کے اس کا جائزہ لیا ہے جس سے حقیقتِ حال واضح ہو جاتی ہے، اور اس کی روشنی میں مذکورہ نظریات کا حامل شخص بڑا گمراہ اور فاسق ہے۔

(۲).....مذکورہ نظریات جمہور اہلِ سنت کے یکسر خلاف ہیں، اِس لیے ان نظریات کے حاملین کے ساتھ زیادہ میل جول اور دوستانہ تعلقات رکھنے میں اپنے اعمال اور عقائد کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے، لہٰذا بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت تعلقات رکھنے پر اکتفاء کرنا چاہیے، اور ان لوگوں کو رشتہ دینے اور لینے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہیے۔

(۳).....اپنے اختیار سے ایسے فاسد نظریات کے حامل شخص کو امام بنانا ہرگز جائز نہیں ہے۔

(۴).....ایسے گمراہ کن لٹریچر کی اشاعت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کی اشاعت سے فتنہ، انتشار اور گمراہی پھیلے گی، اور اِن لوگوں کے فاسد عقائد اور نظریات پھیلانے میں تائید ہوگی جو کہ جائز نہیں ہے، نیز عوام کے لیے ایسے لوگوں کی تحریریں اور تقریریں پڑھنے اور سننے سے اجتناب کرنا ضروری ہے، کیونکہ ایسے لوگوں کی تحریروں اور تقریروں سے عوام اور سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

(۵).....علمائے کرام کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شرائط کا خیال رکھتے ہوئے اپنی تحریر اور

تقریر سے مثبت انداز میں مذکورہ فاسد عقائد اور نظریات کی تردید کرنی چاہیے اور عام مسلمانوں کو اس فتنہ سے خبردار کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

جامعۃ الرشید کراچی کا فتویٰ:

(۱).....مذکورہ بالا افکار ونظریات میں سے اکثر اہل السنۃ والجماعۃ کے افکار کے بالکل خلاف ہیں اور سراسر گمراہی پر مبنی ہیں مثلاً: اجماع کا انکار، ظہورِ مہدی کا انکار، رجم اور مرتد کی شرعی سزا کا انکار، قرآن کی ایک قراءت کے علاوہ بقیہ قراءتوں کا انکار، داڑھی کے دین کا حصہ ہونے کا انکار وغیرہ۔ لہٰذا جو شخص ان نظریات کا حامل ہو وہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج، مبتدع اور ضال ومضل ہے۔

.....البتہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات ونزول کے عقیدہ کو کئی معتبر ومستند علمائے کرام نے ضروریاتِ دین میں شمار کیا ہے اور اس کا انکار یا اس میں تاویل کرنے والے کو کافر قرار دیا ہے۔

(۲).....جو لوگ ان گمراہ افکار ونظریات کی تائید کرتے ہیں وہ بھی اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج اور گمراہ ہیں۔

(۳).....ایسے شخص کو مذہبی پیشوا بنانا، اس سے شرعی احکام کے متعلق سوال کرنا، اس کے اور اس کے متبعین کے بیانات سننا اور ان کی تحریریں پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ اس میں گمراہی کا شدید خدشہ ہے، اس لیے اس سے اجتناب لازم ہے۔

(۴).....غامدی صاحب کی تصنیفات میں ان کے افکار وخیالات دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ غامدی صاحب اجتہاد کے مدعی ہیں، نہ صرف یہ بلکہ اجتہاد میں ان کا مقام بزعمِ خویش اتنا بلند ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین کے متفق علیہ موقف کے خلاف کوئی موقف اختیار کرنا ان کا حق ہے۔ چنانچہ جن عقائد واحکام پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک چودہ سو سال سے اتفاق چلا آرہا ہے، عام طور پر وہ انہی کو موضوع تحقیق بناتے ہیں اور ان مسائل میں اختلاف اور شکوک وشبہات پیدا کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیے ان کے ادارے میں رکنیت حاصل کرنا شرعاً جائز نہیں۔

(۵).....ان نظریات کے حاملین کے لٹریچر کی ترویج یا نشر واشاعت کرنا بھی جائز نہیں۔ اسی طرح ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ تحریر وتقریر کے ذریعے اس فتنہ کی گمراہی کو واضح کریں، ناواقف لوگوں کو اس بے دینی کے سیلاب اور اس گمراہی کے جال سے بچائیں اور اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔ [مجلّہ صفدر، شمارہ ۵۴]

جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے قبل نزول من السماء قرآن کریم کی آیات، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے۔ اس عقیدے کا انکار کرنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ [صفدر، شمارہ:۵۴]

دارالعلوم مدنیہ بہاول پور کا فتویٰ:

..... دائرہ اسلام سے خارج، ضال اور مضل اور کفریہ عقائد کا مالک ہے۔ ایسے شخص کی پیروی کرنا اور اس کو مقتداء اور پیشوا ماننا اور داعی اسلام سمجھنا اپنے آپ کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا ہے۔ اِس سے خود بھی بچنا اور دوسروں کو بچانا فرض ہے۔ [غامدی نمبر:۱/۵۹۶]

جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی کا فتویٰ:

بعض نظریات تو خالصتاً کفر ہیں.....باقی تمام نظریات بھی جمہور امت کے نظریات کے خلاف ہیں.....مذکورہ شخص ضال و مضل، ملحد و بے دین ہے۔ [غامدی نمبر:۱/۵۹۷]

جامعہ خلفائے راشدین احمد پور کا فتویٰ:

شخص مذکور اپنے عقائد و نظریات کی روشنی میں ملحد اور بے دین ہے۔ [غامدی نمبر:۱/۵۹۹]

مولانا زاہد الراشدی صاحب کی غامدی سے عقیدت:

ہم سابقہ سطور میں جناب جاوید احمد غامدی صاحب کی شخصیت اور افکار کا تعارف پیش کرنے کے بعد اُن کے بارے میں علماء و مشائخ کی آراء اور مفتیان کرام کے فتوے درج کر چکے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کے تمام علماء دین اُن کو ایک ناسور سمجھتے ہیں۔ لیکن مولانا زاہد الراشدی صاحب دیگر بعض خیالات کی طرح اِس مقام پر جمہور علماء سے الگ رائے رکھتے ہوئے غامدی صاحب کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، چنانچہ جب غامدی صاحب نے ''اسلامی نظریاتی کونسل'' سے استعفیٰ دیا تو مولانا زاہد الراشدی صاحب روزنامہ پاکستان کے کالم میں اِس پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میرے لیے یہ خبر افسوس اور رنج کا باعث بنی ہے کہ محترم جاوید احمد غامدی نے اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت سے احتجاجاً استعفادے دیا ہے۔ غامدی صاحب علوم عربیہ کے ممتاز ماہرین میں شمار ہوتے ہیں اور دینی لٹریچر پر بھی اُن کی گہری اور وسیع نظر ہے۔ اِسلامی نظریاتی کونسل میں ایسے فاضلین کی موجودگی بہت سے معاملات میں راہ نمائی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہی مجلس میں جہاں بحث و مباحثہ اور مشترکہ فکری کاوش کے ساتھ مسائل کا فقہی حل تلاش کیا جاتا تھا، مختلف اور متنوع علوم

وفنون کے ماہرین شریک ہوتے تھے اور ان کی موجودگی اِس بات کی ضمانت سمجھی جاتی تھی کہ مسئلے کے تمام علمی اور فنی پہلوؤں پر غور وخوض کے بعد اس کا حل پیش کیا گیا ہے۔''

[روزنامہ پاکستان، ۲۴ ستمبر ۲۰۰۶ء، بحوالہ الشریعہ: جون ۲۰۱۴ء، ص: ۹۵]

''علوم عربیہ کے ممتاز ماہر'' اِن صاحب کے بارے میں مولانا زاہد الرشدی صاحب کے چھوٹے بھائی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقدوس قارن مدظلہم لکھتے ہیں:

''موجودہ دور میں میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ نے انتہائی مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے آزاد خیال پروفیسر جاوید احمد غامدی صاحب کو بہت شہرت دی، وہ خود بھی اپنے آپ کو قرآن کریم کی براہ راست تفسیر کرنے کا اہل سمجھتے ہیں اور ان کے پیروکار تو ان کو اجتہاد کے منصب کا اہل سمجھنے لگ گئے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ صاحبِ مطالعہ، صاحبِ معلومات اور صاحبِ لسان ضرور ہیں، اور اپنے اندازِ بیان سے سامعین کو مطمئن کرنے میں مہارت تو رکھتے ہیں مگر ان کے بیانات اور تصانیف میں وہ علمی جھلک ذرا بھی نظر نہیں آتی جو ''اہل علم'' کی تصانیف میں پائی جاتی ہے۔ دورِ حاضر کے کئی فضلاء کرام اور پروفیسر حضرات کی لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملتا رہتا ہے، ان کے انداز اور بالخصوص عربی اور فارسی عبارات کے مفہوم کو اپنی زبان میں واضح کرنے کی صلاحیت دیکھ کر دیانتداری سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان حضرات کا درجہ اور مرتبہ اِس معاملہ میں غامدی صاحب سے بہت بلند ہے، غامدی صاحب اپنے آپ کو قرآن کریم کی براہ راست تفسیر کرنے کا اہل سمجھتے ہیں، حالانکہ حقیقت کی دنیا میں ان کو ناقلین کے زمرہ میں شمار کرنا بھی بددیانتی ہے، اس لیے کہ ناقل کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ عبارت کے مفہوم کو سمجھ کر اپنی زبان میں اس کی وضاحت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو جبکہ غامدی صاحب اِس صلاحیت سے یکسر محروم دکھائی دیتے ہیں۔ [فتنہ غامدی نمبر: ۳۵۸]

حضرت قارن صاحب مدظلہم نے غامدی صاحب کی کتاب ''میزان'' سے دس عربی عبارتیں نقل کرکے اُن کے ''غامدی ترجمہ'' کی غلطیوں کو واضح کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غامدی صاحب عربی عبارت کا صحیح ترجمہ کرنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔

محض عبارت کا مفہوم سمجھ کر اُس کی اپنی زبان میں وضاحت کرنے سے قاصر ''علوم عربیہ کے ماہر'' اِن صاحب کی شخصیت وافکار کا تعارف اِس نیت سے پیش کیا گیا ہے کہ عوام الناس اِس قسم کے ''ماہر علماء'' اور ''دلیل'' کے دلدادہ حضرات سے بآسانی بچ سکیں۔ وماتوفیقی إلا باللہ

اللہ تعالیٰ ہر قسم کے داخلی وخارجی فتنوں سے امت کی حفاظت فرمائے۔ اور جملہ اہل سنت کو صراطِ مستقیم پر قائم ودائم رکھے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ☆☆☆☆